مکتوباتی از علمای امامیہ ہند

محقق گرامی آقائی علی فاضلی مدظلہ الشریف

۱۔ مکاتیب غفران مآب علیہ الرحمہ به فرزندان صاحبِ ریاض پس از وفات وی

مقدّمہ

مکاتیب حاضر را سید دلدار علی نقوی نصیرآبادی معروف به غفران مآب (م ۱۲۳۵) پس از وفات استادش سید علی طباطبائی علیہ الرحمہ صاحبِ ریاض المسائل به فرزندش سید محمد طباطبائی معروف به سید مجاہد (م ۱۲۴۲) ویک نامہ را خطاب به فرزند دیگرش سید مہدی طباطبائی (م ۱۲۹۰) نگاشتہ است۔ در نامہ نخست وی کہ اوّلین نامہ اوست بہ سید مجاہد، در حقیقت نامہ و تسلیت وفات صاحبِ ریاض بہ سید مجاہد است۔

تصحیح این مکاتیب بر اساس مجموعہ ای نفیس از کتابخانہ سید دلدار علی غفران مآب در لکھنؤ کہ تصویری از آن در مجمع الذخائر و مؤسسہ کتابشناسی شیعہ محفوظ است صورت گرفتہ است۔

[تعزیت نامہ صاحبِ ریاض از جانب غفرآن مآب علیہ الرحمہ] (۱)

مخلص مشتاق و داعی وفاق، بعد از اتحاف تحیّات لا تحصی و لا تعدّ، و پس از اہدای تحف اثنیہ

(۱) از حاشیہ نسخہ و بہ خطّ کاتب نسخہ نیست۔

ہندوستانی شیعہ علماء کے خطوط

ترجمہ سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیفؔ جائسی

۱۔ صاحب علیہ الرحمہ ریاض کی وفات کے بعد ان کے فرزندوں کے نام غفران مآب علیہ الرحمہ کے خطوط

مقدمہ:-

موجودہ خطوط کو سید دلدار علی نقوی نصیرآبادی معروف بہ غفران مآب (متوفی ۱۲۳۵ھ) نے اپنے استاد سید علی طباطبائی صاحب "ریاض المسائل" کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سید محمد طباطبائی معروف بہ "سید مجاہدؒ" (متوفی ۱۲۴۲ھ) اور ایک خط ان کے دوسرے بیٹے سید مہدی طباطبائیؒ (متوفی ۱۲۹۰ھ) کے نام لکھا ہے۔ انہوں نے پہلے خط میں جو کہ سید مجاہد کے نام ان کا پہلا خط ہے، در حقیقت سید مجاہد کو صاحبِ ریاض کی وفات پر تسلیت پیش کی ہے۔

ان خطوط کی تصحیح لکھنؤ میں سید دلدار علی غفران مآب کے کتابخانہ کے نفیس مجموعہ کی اساس پر انجام پائی ہے جس کا عکس (فلم) مجمع الذخائر (قم، ایران) اور ادارہ کتابشناسی شیعہ (قم، ایران) میں محفوظ ہے۔

(غفران مآبؒ کی طرف سے صاحبؒ ریاض کا تعزیت نامہ)

مخلص، مشتاق، روشن ضمیر اور اتحاد کے علمبردار پر (سلام اور) بے انتہا تحیات۔

خداوند متعال کے بے انتہا لطف و عنایات سے آپ جیسے مخلص انسان کا مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوگا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ بے انتہا محبت کرنے والے اور ملائکہ کے صفات کے مالک ہیں، آپ ہر قسم کی

زاهره بیرون از حد، منکشف خاطر خطیر، ومنطبع ضمیر صفا تخمیر باد از آنجا که به مقتضای الطاف و عنایات بی غایات جویای حالات مخلص صمیم بر نہج قدیم بوده باشند۔ الحمد للہ که مجاری احوال محبّ بی ریا به فضل ربّ البرایا، و به یمن ادعیه قدسیه امثال آن ملکی خصال، إلی الآن مستوجب صنوف محامد وانواع ستایش جناب ربّ الأرباب، و به هر حال اعتدال عنصر شریف ومزاج لطیف آن هر [۲] مرکز دایره کمالات انسیه، وقطبی فلک معارف قدسیه، لیلاً و نهاراً، سرّاً وجهاراً، از حضرت مجیب الدعوات بأحسن الوجوه مطلوب ومستدعی می دارد او تعالی وتبارک مقرون به اجابت نموده رونق خواہش داعیان یک رنگ تا امکان بقا ازمکاره زمان پر دغا مصون داشته، چمنستان قلوب احباب را به باد بهاری الطاف آن برگزیده آفاق سر سبز و شاداب دارد بمحمّد وآله الأمجاد۔

دیر است [۳] که قاصد سبک سیر صحیفه رأفت لفیفه که به مصقله ارادت جمال مصداق نصف الوصال زنگ زدای [۴] آلام ایّام ومهاجرت از آئینه دلهای احباب نگردید، آری از واردین بلده استفسار اخبار اخیار می رود، و از خارج صحاح مزاج وچگونگی احوال دریافته اطمینان بخش خاطر می شود۔ درین آوان کربت تو أمان که اسباب سرور از ما مردم به مراحل دور گشت به عوارض عدیده روحانی

(۲) کذا

(۳) کذا

(۴) درنسخه: رنگ زدای

تعریف کے لائق ہیں، آپ رات، دن اور ظاہر و باطن میں انسانی اور ربانی کمالات کے مالک ہیں۔ جناب عالی بہترین انداز میں دوسروں کی گزارش قبول اور ان کی چاہتیں پورا کرتے ہیں لہذا حضرت عالی میری گزارش قبول فرمائیں اور اسے رد کرنے سے پرہیز کریں اور دوستوں کے دلوں کے باغات کو لطفوں کی ہوا سے سرسبز و شاداب رکھیں۔ محمدؐ اور بزرگیوں کی مالک اولاد کے واسطے سے۔ (بِمُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْأَمْجَاد)۔

قاصد نے رأفت و مہربانی کے اس خط کو آپ کی خدمت میں پہنچانے میں تاخیر کی اور دوستوں کے دلوں سے ایّام کے آلام اور دردوں کو دور نہیں کیا، ہاں استفسار کے شہر میں داخل ہونے سے اخیار و نیک افراد کی خبریں ملتی ہیں اور باہر سے حالات کے جائزہ لینے اور اُن کے احوال پرسی سے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے پھر اس وقت آپ کے دور ہونے سے ہمارے دلوں سے خوشیاں چلی گئی ہیں کیونکہ میں اپنے جسمانی بیماریوں اور ذہنی پریشانیوں میں گرفتار تھا کہ میں نے اچانک جناب مغفور سیّدُ المجتہدین (اَسْكَنَهُ فِی اَعْلیٰ عِلِّيِّينَ[۱]) یعنی سیّد علی طباطبائی (طَابَ ثَرَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ[۲]) کے اس دار فانی (دنیا) سے دار بقا (آخرت) کی طرف انتقال کرنے کی وحشت ناک خبر سنی اور ایک دم میرے ہوش و حواس اُڑ گئے اور میرے صبر و طاقت کا گھر اجڑ گیا۔ کس قسم کا ٹھیس جو دلوں کو نہ

و جسمانی گرفتار بودم که ناگہان خبر وحشت اثر ارتحال جناب مغفور سیّد[۵] المجتہدین **(أسکنه في أعلا علّیین)** أعني جناب آقا سید علی طباطبائی **(طاب ثراه و جعل الجنّة مثواه)** از دار فنا به دار بقا صرصروار در رسید، و مجموعه ہوش و حواس را یکبار به باد فنا داد، و خانه صبر و طاقت را از پا در آورد، چه پیچ و تابی که بر دلہا نرسید! و کدامی[۶] خار المی که در جگرہا نخلید، لکن درین امر ناگزیر تخیر[۷] صبر چه چاره و تدبیر، "أنا أشکو بثّي و حزني إلی اللّٰه تعالیٰ"۔[۸]

مخلص صمیم را از صُحبان[۹] یک جہت تصوّر فرموده تا وقتی که او **تعالی شأنه** نه باردگر غشاوه مہاجرت را به ملاقات جسمانی رفع فرماید، و تمنای دل بأحسن الوجوه میسّر آید به دست قاصدان این بلاد به ارسال صحایف الاتحاد طمأنینت بخش خاطر حزین باید بود۔ سابق در رقیمه کریمه در باب خرجه[۱۰] مصارف کتابت و مقابله شرح کبیر شرحی نوشته بودند بدین عبارت که:

خرجه آن مبلغ سیصد و شانزده قروش ریالی و سه تفلسی شده که ہر یک قروش و نیم ریالی صرافان یک روپیه می شود، واز قرار گفته صرّاف مبلغ دو صد

(۵) در نسخه: بسید۔

(۶) کذا

(۷) شاید این کلمه "بجز" خوانده شود۔

(۸) مقتبس از آیه ۸۶ سورۂ مبارک یوسف، ۱۲

(۹) صُحبان جمع صاحب

(۱۰) ظاہر نسخه: "خرجه" و نیز در مورد بعدی

پہنچا اور درد کا کونسا کانٹا جو کلیجوں میں نہ چبھا، لیکن اس جانگداز امر میں صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے: (اَنَا اَشْکُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی[۳])(۱)

مخلص انسان کی طرف مصاحبین[۹] کی توجہ ہے کہ جب تک مہاجرت کا پردہ رہے گا تب تک جسمانی ملاقات نہیں ہوگی اور بہترین صورت میں دل کی تمنا پوری نہیں ہوگی۔ اس شہر کے قاصدوں کے ذریعے اتحاد پر مبنی اور دل و ذہن کو سکون بخشنے والے خطوط ارسال کئے جانے چاہئیں۔ سابق میں شرح کبیر کی کتابت و مقابلہ (پروف ریڈنگ) اور اس پر لکھی گئی ایک شرح میں کئے گئے خرچ کی روداد اس طرح ہے:

اس کا خرچ تین سو سولہ قروش ریالی اور تین تفلسی ہوا ہے کہ ہر ڈیڑھ قروش ریالی صرافوں کے مطابق ایک روپیہ بنتا ہے اور صرافوں کے کہنے کے مطابق اس کی کل رقم دو سو گیارہ روپیہ (آنہ) ہوئی ہے کہ جو ساٹھ دکری روپیہ بنتا ہے۔ کہ جو آپ مجھ سے طلبگار ہیں یہ ایسی رقم ہے جو ناقابل اور کم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اس ناچیز کو نذر کے رسم و رواج سے قبول فرمائیں اور اپنے مخلص کو اپنا ہمیشہ کا رہین و مقروض بنائیں۔ اِنْتَهٰی عَبَارَتُکُمُ الشَّرِیْفَةُ۔[۴]

(سَمْعًا وطَاعَتًا) سن کر حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہم جیسے مخلصوں کو نذر اور تحفے ارسال کرنا چاہئے نہ کہ حکم اس کے

(۱) سورۂ یوسف (۱۲) آیت: ۸۶ سے اقتباس

ویازده روپیه الالی انه[۱۱] شده که عبارت از شصت دکری روپیه بوده باشد که طلب داعی می شود چو[۱۲] جزویست وناقابل وکم می خواہد که با عدم قابلیت آن جناب مخدومی ام ازین بی بضاعت به رسم نذر قبول فرمایند و مخلص خود را رهین منّتهای خود نماید۔ انتہی عبارتکم الشریفة۔

ملاذاً مطاعاً از آنجا که نذر و تحف می باید که امثال ما مخلصان به خدمت والا ارسال داشته باشم نه آنکه امر بالعکس باشد، أعنی ما را نمی باید که متوقع چنین تصدیعات از جناب سامی بوده باشم، علاوه آنکه کاش مساعدت دنیا کما ینبغی به ملازمان حاصل می شد این امرجزوی قابل اعتنا نمی بود، لکن حال کثرت اخراجات و عیال، لا سیّما در آن اماکن متبرّکه معلوم است۔ چنین تصدیع بر دل صحبت منزل مخلص ناگوار بوده لهذا مبلغ شصت و دو روپیه حواله جناب معظم، أعنی مرزا جعفر علی فصیح (سلّمه الله) نموده ام که به ملازمان خواهند رسانید، ترقّب که رسید آن بر نگارند۔ زیاده به جز اشتیاق ملاقات چه نگارد۔

تعزیت نامه صاحب ریاض از جانب غفران مآب علیه الرحمہ

ہمواره حدایق شرائع الاسلام، وریاض مسایل حلال و حرام، به آبیاری جد و اجتهاد آن نتیجه أئمّه أنام، ونقاوه علمای عظام، ثمره شجره علم و کمال، سالک مسالک وصل وافضال، غرّه ناصره عزّ و علا، قرّه باصره مجد وبها، بدر کامل اوج سیادت، صدر عالی قدر مسند افادت، مهر منیر آسمان رفیع

(۱۱) بدون نقطه

(۱۲) کذا۔

برعکس ہو۔ یعنی ہمیں جناب عالی سے ایسی چیزوں کی خواہش نہیں کرنی چاہئے، اس کے علاوہ کاش خادمین کو دنیاوی فرصت مل جاتی کہ یہ جزوئی کام قابل توجہ ہوجاتا۔ لیکن زیادہ اخراجات اور اہل و عیال کے حالات خصوصاً اس متبرک جگہ پر معلوم ہیں۔ میرے دل پر اُس قسم کا ارادہ کرنا ناگزیر ہوا لہذا میں نے باسٹھ روپیہ جناب میرزا جعفر علی فصیح (سَلَّمَهُ اللّٰهُ [۵]) کے حوالہ کئے کہ وہ خادمین کو دیں اور جب یہ رقم پہنچے تو اس کی خبر دیں۔ ملاقات کا شوق ہونے کے علاوہ کیا لکھا جائے۔

جناب غفران مآب کی طرف سے صاحب ریاض کا تعزیت نامہ

اسلام کی شریعتوں اور حلال و حرام کے مسائل کے باغات اور علم و کمال کے پھلدار درختوں کی آبیاری ہمیشہ زمانے کے اماموں اور علماء عظام سے ہوئی ہے۔ جب میں علم و عمل کے درخت کے ثمرہ، اچھے راستوں پر چلنے والے، عزت و بلندی کے مالک، کوشش کرنے والے کی آنکھ کی ٹھنڈک، سیادت کے انتہی پر پہنچنے والے بدر کامل، افادت کے مسند پر بیٹھنے والے عالی قدر، اونچے آسمان پر روشنی دینے والے چاند، چمکنے والے ستارہ بلند مرتبہ، قدسی طاقت، سنّتی درجہ اور اچھے عادات کے مالک، فہیم، زمانہ کے علامه یعنی مولَانَا وَمُقْتَدَانَا، نَاطُورَةُ الْعُلَمَاءِ وَالْمُتَفَقِّهِيْنَ سَيِّدُ الْفُقَهَاءِ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ كَاشِفُ دَقَائِقِ مَعْقُوْلٍ وَمَنْقُوْلٍ، وَاقِفُ حقائِقِ فُرُوع

المکانی، کوکب درّی فلک والا دودمانی، ذوالرتبة العلیة والقوّة القدسیة والدرجة السنیة والسجیة الرضیة، علاّمی فهّامی وحید الأیامی، مُخضَّر و ریّان باد بربّ العباد۔ به استماع خبر جان گزای هوش ربای حسرت افزای وفات مولانا و مقتدانا، **ناطورة[۱۳] العلماء والمتفقّهین، سیّد الفقهاء والمجتهدین، کاشف دقایق معقول ومنقول، واقف حقایق فروع و اصول، الإمام الألمعی والمجتهد[۱۴] اللوذعی، الورع الکامل، والعالم العامل، السیّد النبیل والفقیه الجلیل، سیدی وأستادی ومن إلیه فی العلوم الدینیة استنادی، وأعلی اللّٰه مدارجه فی أعلی علّیین، وأسکنه فی جوار آبائه الطاهرین۔**

چه دشنه ها بر جگر نرسید، و چه ناله ها که سر به آسمان نکشید، سینه های مخلصان به داغهای حسرت و ناکامی رشک لاله زار است، و دیده های محبّان در عزای آن سحاب رحمت الهی چون ابر بهار گهربار، روز روشن به دیده حق بینان از شب دیجور تاریک تر است، وحلاوت حیات با مرارت ممات نزدیک تر، شعله جوّاله نائره اندوه خرمن صبر دلها را پاک بسوخت، و داغ جگر سوز وفاتش در کانون سینه ها آتش بیقراری افروخت، وا اسفاه![۱۵] تاجدار ملک شریعت بود که به ارتحال خود قلوب مؤمنین رامتحسّر و ملول نمود، وآفتاب فلک هدایت بود که سالکان مسالک شریعت را به وادی حرمان

(۱۳) درنسخه: ناظورة۔

(۱۴) درنسخه: الجهد

(۱۵) درنسخه: وااسفاء

وَاُصُوْلِ، اَلْاِمَامُ الْاَلْمَعِیُّ وَالْمُجْتَهِدُ اللُّوْذِعِیُّ اَلْوَرَعُ الْکَامِلُ وَالْعَالِمُ الْعَامِلُ، السَّیِّدُ النَّبِیْلُ وَالْفَقِیْهُ الْجَلِیْلُ، سَیِّدِیْ وَاُسْتَادِیْ وَمَنْ اِلَیْهِ فِی الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّةِ اِسْتِنَادِیْ، اَعْلَی اللّٰهُ مَدَارِجَهٗ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاَسْکَنَهٗ فِیْ جَوَارِ آبَائِهِ الطَّاهِرِیْنَ[۲] کے انتقال کی جانگداز اور ہوش و حواس اڑانے والی خبر سنی تو کون سی خبر جو کلیجہ کو نہ لگی اور کون سی فریاد جو آسمان تک نہ پہنچی، مخلصوں کے سینے، حسرت کے داغوں اور رشک کی ناکامی سے لالہ زار ہیں۔ اور دوستداروں کی آنکھیں رحمت الٰہی کے اُس بادل کی سوگ میں آنسوئوں سے بھری اور حق دیکھنے والوں کے لئے روز روشن، ظلم و جور سے بھری رات سے زیادہ اندھیرے ہیں۔ اور اُن کی موت نے زندگی کی مٹھاس کو دلوں سے صاف کردیا اور کلیجہ کو جلانے والی ان کی وفات نے سینوں میں بے قراری کی آگ جلائی، وا اسفاہ![۴] وہ شریعت کے بادشاہ تاجدار تھے کہ جنہوں نے اپنے انتقال سے مومنین کے دلوں کو غمگین اور رنجیدہ کیا اور ہدایت کے آفتاب تھے کہ جنہوں نے شریعت کے راستوں پر چلنے والوں کو محرومیت کی وادی میں حیران و پریشان چھوڑا اور خود داربقاء کے مغرب میں غروب ہوگئے، (کَیْفَ لَا وَقَدْ رَوَای بِاُسْتَادِنَا عَنْ مَوْلَانَا وَاِمَامِنَا اَبِی الْحَسَنْ مُوْسیٰ بْنِ جَعْفَرٍ اِذَا مَاتَ الْمُؤمِنُ الْفَقِیهُ بَکَتْ عَلَیْهِ الْمَلٰئِکَةُ وَبُقَاعُ الْاَرْضِ الَّتِی کَانَ یَعْبُدُ اللّٰهَ عَلَیْهَا، وَاَبْوَابُ السَّمَآئِ الَّتِی کَانَ یَصْعَدُ بِاَعْمَالِه، وَفِی ثَلِمَ الْاِسْلَامِ ثُلْمَةٌ لَا

حیران گذاشته به مغرب ملک بقا افول نمود، کیف لا، وقد درینا بأوستادنا[16] عن مولانا وإمامنا أبی الحسن موسی بن جعفر علیہ السلام: "إذا مات المؤمن الفقیه[17] بَکَتْ علیه الملائکةُ وبقاعُ الأرض التی کان یَعبدُ (الله) علیها، وأبوابُ السماء التی کان یُصْعَدُ فیها بأعماله، وثُلِمَ فی الإسلام ثُلْمَةٌ لا یَسُدُّها شیئٌ، لأنّ المؤمنین الفقهاء حصونُ الإسلام کحِصْنِ سُورِ المدینةِ لها"۔[18]

الله أکبر! عجب مصیبتی است عظمی، و رزیّتی است کبری، "فإلی الله مشتکی، من دهر إذا أساء أصرّ علی إساء ته، وإن أحسن ندم علیه من ساعته"، و (إنّما أشکو بثّی و حزنی إلی الله)۔[19] دلی دارم از دست غم پاره پاره ولیکن به غیر از تحمّل چه چاره۔

الحق که در چنین رزایا تذکّر مصایب آل عبا -علیهم آلاف التحیة والثنا- لا سیّما سیّد الشهداء مسکّن قلوب ماتمیان ست، وتأسّی به أئمه انام بر همگنان[20] لازم ومتحتّم، "عظّم الله أجورنا وأجورکم وجعلنا وإیّاکم من الصابرین" (الذین إذا أصابَتْهم مُصِیبةٌ قالوا إنّا لله وإنّا إلیه راجعون)۔[21] ایزد تقدّس وتعالی شأنه اکنون عالم را به فیضان تعلیم وتدریس آن نتیجة الأطیاب مستفید وکامیاب گرداند

(۱۶)کذا (۱۷)کلمه "الفقیه" در مآخذ نیامده

(۱۸)الکافی، ج۱ ص۳۸ ح۳ و ج۳ ص۲۵۴ ح۱۳ / علل الشرائع، ص۴۶۲ ح۲ / قرب الاسناد، ص۱۲۴ / وسائل الشیعه، ج۳ ص۲۸۳ باب۸۸ ح۱

(۱۹)یوسف، ۱۲، آیه۸۶

(۲۰)کذا (۲۱)البقره، ۲، ۱۵۴

یَسُدُّهَا شَیْئٌ لِاَنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ الْفُقَهَائَ حُصُوْنُ الْاِسْلَامِ کَحِصْنِ سُورِ الْمَدِیْنَةِ لَهَا۔)[2]

اللہ اکبر ایک عجیب و غریب اور بڑی مصیبت ہے۔ (فَاِلَی اللّٰہِ مُشْتَکی مِنْ دَھْرٍ اِذَا اَسَائَ اَصَرَّ عَلٰی اِسَائَتِہ وَاِنْ اَحْسَنَ نَدِمَ عَلَیْہِ مِنْ سَاعَتِہ[9]) اور اِنَّمَا اَشْکُوْ بَثِّی وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ[10]،[3] غم کی وجہ سے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، لیکن برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

حق یہ ہے کہ ان جیسے اوقات میں آلِ عَبَا (عَلَیْھِمْ آلَافُ التَّحِیَّةِ وَالثَّنَاء)[11] خصوصاً سَیِّدِ الشُّھَدَاء کے مصائب بیان کرنا، عزاداروں اور ماتم داروں کے دلوں کو سکون بخشتا ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی اطاعت و پیروی کرنا سبھوں پر لازم و ضروری ہے۔ (عَظَّمَ اللّٰہُ اَجُورَنَا وَاُجُوْرَکُمْ وَجَعَلَنَا وَاِیَّاکُمْ مِنَ الصَّابِرِیْنَ (الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[12])[4]

اب خدا دنیا کو ان کی تعلیم سے مستفید کرے۔ بِمُحَمَّدٍ وَآلِہِ الْاَمْجَادِ۔[13]

ان دنوں میں نیک بخت انسان اور خامس آل عبا (عَلَیْہِ آلَافُ التَّحِیَّةِ وَالثَّنَائِ[14]) کے حق میں مرثیہ کہنے والے اور اس شہر میں شرافت، نجابت، دینداری اور پرہیزگاری کا لباس پہننے والے اور امانتدار اور معزز انسان یعنی مرزا جعفر علی فصیحؔ، ازلی

(۲) کافی، ج۱ ص۳۸ ح۳ و ج۳ ص۲۵۴ ح۱۳ / علل الشرائع، ص۴۶۲ ح۲ / قرب الاسناد، ص۱۲۴ / وسائل الشیعہ، ج۳ ص۲۸۳ باب۸۸ ح۱

(۳) سورۂ یوسف (۱۲) آیت ۸۶ (۴) سورۂ بقرہ (۲) آیت ۲۵۴

بمحمّدوآله الأمجاد۔

ودرین أیّام گرامی منش سعادت نشان عزیزالقدر خلاصة الزوّار مسمّی مرزا جعفر علی فصیح که مرد سنجیده و مدّاح و مرثیه گوی جناب خامس آل عبا (علیه آلاف التحیة و الثنا) ست، و از اشراف و نجباء این دیار و به حلیه دینداری ولباس پرہیزگاری آراسته وپیراسته است، و درین بلاد به عزّت وآبرو و امانت ودیانت اوقات به سرنموده، به مقتضای هدایت ازلی، و تائییدات لم یزلی، مشتاق زیارات عتبات عالیات گردیده إن شاء اللّٰه تعالیٰ مع عیال مشرّف می شود و سابق هم جریده و تنها در سنه یکهزار و دویست و بست وهشت شرف زیارت حاصل نموده، و به خدمت مولانا جنّت آشیانی[۲۲] رسیده است، اکنون به این عزم خود را در آن زمین مقدس می رساند که مدّت العمر مجاور آستان کرّوبی پاسبان امام انام خامس آل عبا علیه السلام بوده باشد، هرگاه معزی إلیه ادراک سعادت خدمت نماید رجا که توجّه والطاف به حال مومی إلیه مرعی فرموده حسب الوسع دقیقه (ای) از دقایق دلجوئی وخاطر داری نامرعی نفرمایند، وبرای بود و باش اگر از خانه های وقفی، خانه خالی بوده باشد عنایت فرمایند، و در هر باب غریب الوطن ومتوکّل[۲۳] تصوّر فرموده، در اعانت مومی إلیه حتّی الإمکان بذل توجّه فرمایندوالسلام والإکرام۔

ان شاء اللّٰه از نظر شریف جناب سلالة الأطیاب، حقایق ومعارف اکتساب، دوحه علم و کمال، سالک

(۲۲) یعنی صاحب ریاض المسائل (۲۳) کذا

ہدایت کی مصلحت اور لایزال عنایات کی تائید سے عتبات عالیات کے مشتاق اور عازم ہیں اور اگر اللہ چاہے (اِنْشَاءَ اللّٰہُ) اپنے عیال کے ساتھ زیارت کریں گے اور اس سے پہلے بھی ان کو ۱۲۲۸ھ میں زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اور مولانا جنت آشیانی[۵] کی خدمت میں پہنچے ہیں، اس وقت وہ اس عزم و ارادہ کے ساتھ اپنے آپ کو اُس مقدس و پاک زمین پر پہنچانا اور لوگوں کے امام یعنی خامس آل عبا علیہ السلام کے روضہ کے جوار میں ہمیشہ کے لئے مقیم رہنا چاہتے ہیں۔ اگر مجھے بھی خامس آل عبا کی خدمت میں پہنچنے کی سعادت حاصل ہو جائے تو مجھے مدّنظر رکھنے سے دریغ نہ کرنا اور فرصت کے مطابق مجھ کو مدّنظر رکھنا، اور اگر رہنے کے لئے وقف کا کوئی خالی مکان مل جائے تو برائے کرم مجھے دلوانا، اور غریب الوطنی میں ہر جگہ پر حتی الامکان میرا خیال رکھنا۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَامُ۔

حقائق و معارف کے عالِم، فضل و کمال کے مالک، لوگوں کے ائمہ کے نتیجہ اور شرافت وپاکیزگی کے مالک یعنی جناب سید محمّد (زَادَ فَضْلُهٗ وَمَجْدُهٗ[۱۵]) کی نظر سے گزرے۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ۔

غفران مآب علیہ الرحمہ کا خط

اس سے پہلے، ایک صاحب کے ذریعہ ایک تحریر بسلسلۂ تعزیت ارسال ہوئی ہے۔ لیکن اس کا پہنچنا چونکہ یقینی نہیں تھا اس

(۵) یعنی صاحب 'ریاض المسائل'

مسالک فضل و افضال، نتیجه ائمه انام، ونقاوه علماء عظام علّامی فهّامی وحید الأنامی آقا سیّد محمّد (زاد مجده و فضله) در آید۔

مکتوب غفران مآب علیہ الرحمۃ [۲۴]

وقبل ازین، رقیمه متضمّن تعزیت به واسطه بعضی اشخاص مرسل شده، امّا چون وصول آن به خدمت شریف متعیّن نبوده لهذا باز به ترقیم آن پرداخته۔ و باعث جدید آن شد که مخدّره ای از دودمان عزّت و اعتلا مبلغ یکهزار و دو صد روپیه به نیّت خرید حوالی در کربلای معلّی تا وقف مؤمنین و ابرار زوّار باشند بر آورده، خواست که به وساطت و تجویز داعی فرستادن مبالغ و خرید حوالی و تولیت آن مفوّض به یکی از صلحا (ی) آن دیار بوده باشد، لهذا مبلغ مذکور به اضافه دو صد روپیه دیگر به خدمت با برکت مرسل است، به مبلغ یکهزار و دو صد روپیه مختصری از حوالی خرید فرموده وقف سادات و مؤمنین شود، و تولیت آن به یکی از خدّام که وثوقش بر خاطر شریف محقّق باشد فرمایند، و دو صد روپیه باقی را به عالی جناب، فواضل ایاب، سلالة السادات العظام، نخبة[۲۵] الفضلاء الفخام، حاوی صنوف کمالات، فائز قصبات السبق فی مضمار السعادات، جناب السّید نظام الدین حسین -زاد مجده- خلف سیّد نجیب الدین مرحوم[۲۶] که به قصد زیارات عتبات

(۲۴) از حاشیه نسخه به خطّ کاتب نسخه نیست۔

(۲۵) در نسخه: نجبة (۲۶) سیّد نظام الدین از اعاظم تلامذه سیّد دلدار علی است و در منابع مختلف شرح حالش آمده از آن جمله: آئینه حق نما؛ تذکرة العلماء، ص ۳۱۸

لئے دوبارہ تحریر ہوئی۔ اور اس جدید تحریر کا باعث یہ ہے کہ ایک باعزت وبلند خاندان کی ایک محترمہ نے ایک ہزار دو سو روپیہ اس نیت سے دیا ہے کہ کربلائے معلی میں ایک زمین خرید کر مومنین و زائرین کے لئے وقف کردی جائے اور وہ چاہتی ہیں کہ ارسال مبلغ سے، زمین کی خریداری اوراس کی تولیت وغیرہ وہاں کے نیک وصالح لوگوں میں سے کسی شخص کے سپرد ہوجائے۔ لہٰذا مبلغ مذکور مزید دو سو روپیہ کے ساتھ خدمت بابرکت میں ارسال کیا جارہا ہے۔ ایک ہزار دو سو روپیہ میں زمین کی خریداری فرماکر مومنین وسادات کے لئے وقف کیا جائے۔ اور اس کی تولیت خدّام میں سے کسی اپنے باوثوق خادم کو عنایت کردیجئے اور باقی دو سو روپیہ عالی جناب فواضل ایاب، سلالۂ سادات عظام، نخبۂ فضلاء فخام، حاوی صنوف کمالات، مضمار سعادت میں قصبات سبق پر فائز، جناب سید نظام الدین حسین[۱] –زَادَ مَجْدُہٗ– (اُن کی عظمت زیادہ ہوجائے) خلف سید نجیب الدین مرحوم کو عنایت کردیجئے جو عتبات عالیہ کی زیارت کی نیت سے دوستوں کو درد جدائی دے کر روانہ ہوچکے ہیں۔ غالباً مراقد مطہرہ –عَلٰی راقِدِهَا آلافُ التَّحِيَّةِ– (اُن کے مرقد پر لاکھوں سلام) کی زیارت سے مشرف ہوچکے ہوں۔ آنجناب

(۱) سید نظام الدین، سید دلدار علی کے عظیم شاگردوں میں سے ہیں مختلف منابع میں ان کا تذکرہ آیا ہے۔ منجملہ ان کے آئینۂ حق نما، تذکرۃ العلماء، ص ۳۱۸

عالیات ألم مفارقت خود را به دوستان داده، چندگاه است که روانه شده اند، غالباً که به شرف زیارت مراقد مطہّرہ - علی راقدھا آلاف التحیة - مشرّف شده باشند، وجناب ایشان بسیار مرد صالح و تقوی شعارند، و در علم و عمل وحید، و اکثر اهالی ہندوستان که مجاور از آن استانهای عرش نشان اند از ایشان واقف اند، عنایت فرمایند۔ و اگر جناب ایشان در آن بلاد تشریف نداشته باشند آن مبلغ را به صلاح و تقدّس آثار مرزا حسن علی که مرّه ثانیه عازم زیارت شده اند و از جمله صلحای اتقیای هنداند عنایت فرمایند۔

سید دلدار علی

اسم والد میرزا حسن علی جعفر علی متخلّص به حسرؔت است، و اسم جدّ ایشان أبو الخیر۔ و رجاء واثق از محبّت و لطف جناب سامی آنکه بہ اخبار اخیار میمنت آثار این دیار، و اطلاع احوال عافیت ذات ملکی صفات سلاله علماء فخّام نخبه فضلاء کرام، متکی اریکه فضل و کمال، مربع نشین مجد و جلال زینت بخش فضل و افادات، رونق افزاء زهادت و عبادت۔ اشتمال و وصول مبالغه مرسله و بلوغ آن به مصارف آن، طمأنینت بخش خاطر خلوص مآثر شوند۔ والسلام علیکم و رحمة اللّٰہ و برکاته۔ مهر:

(مکتوب جناب غفران مآب علیہ الرحمۃ [۲۷] **[به سید محمد طباطبائی** علیہ الرحمۃ**، سیّد مجاهد]**

اگرچه به مقتضای آنکه "الأرواح جنود مُجَنَّدَة

(۲۷) از حاشیه نسخه که به خطّ کاتب نیست

بہت نیک اور متقی آدمی ہیں۔ علم و عمل میں بے مثال ہیں۔ ہندوستان کے اکثر لوگ جو اس عرش نشان آستانہ کے مجاور ہیں، ان سے واقف ہیں۔ اور اگر آنجناب اس شہر میں تشریف نہ رکھتے ہوں تو وہ مبلَغ، صالح و نیک اور مقدس شخصیت مرزا حسن علی کو عنایت کردیجئے جو کہ دوسری بار زیارت کے لئے تشریف لے گئے ہیں اور ہندوستان کے صالح و متقی لوگوں میں سے ہیں۔

ملک صفت ذات، عظیم و مرتبہ علماء کی طینت، فضلاء کرام کے عمدہ حصّہ، فضل و کمال کے مالک، عظمت و جلال کے صاحب، فضل و افادات کی زینت بخشنے والے اور زہد و عبادت کی رونق عطا کرنے والے۔) سید دلدار علی

جناب غفران مآب کا خط، سید محمد طباطبائی، سید مجاهد کے نام

اگرچہ "اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِئْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ"(۷) (ارواح ایسے لشکر ہیں جنہیں تم نے نہیں پہچانا تو مٹ جائوگے اور اگر ان کا انکار کیا تو بھٹک جائوگے) کے تقاضے کے مطابق تمام مومنین کو جسمانی ملاقات سے پہلے ایک دوسرے سے روحانی ملاقات حاصل ہوچکی ہے، لیکن بندہ کو جناب والا سے صوری ملاقات بھی حاصل ہوچکی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ: جب میں جناب خامس آل عبا علیہ السلام کے

(۷) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۴ ص۳۸۰ ح۵۸۱۸ / بحار الانوار، ج۲ ص۲۶۵ ح۱۸ و ج۵ ص۲۴۱ ح۲۶

فما تعارف منها ائتَلَف، و ما تناکر منها اختَلَف"[28]
جمیع مؤمنین را همدیگر ملاقات روحانی قبل از لقای جسمانی حاصل است، لکن داعی را با جناب سامی ملاقات صوری هم حاصل است۔ و تفصیل آن اینست که: وقتی که داعی به شرف زیارت مرقد مطهّر جناب خامس آل عبا علیہ السلام سعادت اندوز گردیدم، و اکثر اوقات به تقریب استفاده علوم دینیه در خدمت عالی حضرت، علّیین مکانی جناب استادی مستفید می شدم، در آن حین جناب سامی به سنّ صبا بودند و از عمر شریف ده دوازده سال تقریباً گذشته باشد، معلوم نیست که در خاطر مانده یا نه، شاید این معنی را اگر از جناب عالی حضرت والا منزلت، علّامی فهّامی آقا عبدالحسین[29] -دام عزّه- استفسار فرمایند، به شرط یاد نشان خواهند داد۔

مسوّده خط دیگر:

إن شاء اللّٰہ تعالیٰ به شرف ملاحظه سلالة العلماء الفخام، ونخبة[30] الفضلاء الکرام، عالی جناب فضایل مآب، حقایق و دقایق اکتساب، مکارم و فواضل انتساب، علّامی فهّامی وحید الأنامی آقا سید محمّد (زید فضله) موصول باد۔ لاثنتی عشرة لیلة بقیت من محرّم الحرام سنه ۱۲۳۴۔ دائماً ذات ملکی صفات سلالة العلماء الفخام، و نخبة الفضلاء الکرام، متّکی أریکه فضل و کمال، مربع نشین چار بالش مجد و جلال، زینت بخش فضل و افادت، رونق افزای مسند

مرقد مطہر کی زیارت سے شرفیاب ہوا اور اکثر اوقات علوم دینیہ کے استفادہ کے لئے اپنے استاد کی خدمت میں مستفید ہوتا تھا تو اس وقت جناب والا بچپن کی عمر میں تھے اور عمر شریف کا دس، بارہ سال تقریباً گذرا ہوگا۔ معلوم نہیں، یاد ہے یا نہیں ہے اگر اس بات کو جناب عالی علّامی وفہّامی آقا عبد الحسین[8] -دَامَ عِزُّہُ- (اس کی عزت ہمیشہ رہے) سے استفسار کریں تو بشرط یادداشت وہ آپ کو بتائیں گے۔

ایک دوسرے خط کا مسوّدہ:

اِنْ شَاءَ اللّٰہُ سُلَالَۃَ عُلَمَاءِ فَخَامٍ، نُخْبَۃَ فُضَلَاءِ کِرَامٍ (اگر اللّٰہ چاہے تو یہ علماء عظام کی طینت اور فضلاء کرام کے عمدہ و لائق ہوں) عالی جناب فضائل مآب، حقائق و دقائق اکتساب مکارم وفواضل انتساب علّامی فہّامی وحید انامی آقا سید محمد (زِیْدَ فَضْلُہٗ) کی خدمت میں موصول ہو، ۱۸/محرم ۱۲۳۴ھ

سب سے پہلے میں سلام عرض کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کیونکہ یہ چیزیں اسلام کے مستحبّات میں سے ہیں۔ اس کے بعد روحانی کمال کے مالک کے نام یہ خط ارسال کر رہا ہوں۔ اللّٰہ کا شکر ہے کہ میری طبیعت خط لکھنے کے وقت تک اچھی تھی اور اللّٰہ کی توجہ میری طرف تھی اس وقت جناب سید تراب علی (اللّٰہ اُن کو سلامت رکھے) عرش کے درجات پر فائز ائمہ معصومین علیہم السلام کے عتبات

(۲۸) من لا یحضره الفقیه، ج۴ص۳۸۰ح۵۸۱۸ / بحار الانوار، ج۲ص۲۶۵ح۱۸ و ج۵ص۲۴۱ح۲۶
(۲۹) آقا عبدالحسین فرزند وحید بهبهانی است
(۳۰) در نسخه: نجبة۔ و نیز در مورد بعدی

(۸) آقا عبدالحسین، وحید بہبہانی کے فرزند ہیں۔

زهاده[۳۱] وعبادت باد بربّ العباد۔

بعد اهدای هدیه تحیّت[۳۲] سلام سنّت الاسلام، واتحاف تحف سنیه ادعیه سامیه واثنیه وافیه، مشهود رای بیضا ضیا می گرداند، از آنجا که از راه وفور محبّت ایمانی و مودّت روحانی جویای حال کثیر الاختلال محبّ صادق المودّت بوده باشند بحمدالله تا هنگام تحریر صحیفة الوداد حال مخلص قریب عافیت ومستوجب سپاس بی قیاس حضرت ربّ العزّت است۔ درین أوان میمنت اقتران، سیادت و نجابت پناه سید تراب علی (سلّمه الله تعالیٰ) مشتاق زیارات عتبات عالیات عرش درجات مراقد ائمه معصومین (صلوات الله علیهم أجمعین) گردیده۔ رهگرای آن سمت شده اند، وبه ذریعه نامه خلوص به شرف لقای برکت انتمای ملازمان جناب شما سرمایه اندوز سعادت خواهند شد۔ توقّع از لطف عمیم وکرم جسیم آن دارند که بر حال ایشان نظر توجّه والطاف کریمانه داشته ازجمله مخلصین ومحبّین محسوب فرمایند۔ والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔

[مکتوب غفران مآب علیہ الرحمہ][۳۳]

نقل خطی که به خدمت جناب مغفرت مآب آقا سید مهدی طباطبائی (طاب ثراه) نوشته اند:

به شرف عرض خدام والا مقام می رساند از قرار اخبار متشتّته که حال ظهور مکروهات زمانه نسبت به ملازمان والا از طرف بعض از علماء سوء که متاع کاسد خود را به تلمیعات وتمویهات چند رونق

---

(۳۱) کذا۔ (۳۲) در نسخه: تهیه۔ (۳۳) از حاشیه نسخه که به خط کاتب نسخه نیست۔

عالیات کی زیارت کے مشتاق ہیں لہٰذا وہ اُن کی طرف چل پڑے ہیں اور آپ جناب کو میرا خط ملنے سے میری سعادت ہوگی۔ میری جناب سے التجا ہے کہ ان کی طرف توجہ کرتے ہوئے ان کو اپنے مخلصین اور دوستوں میں سے قرار دیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (اور تم پر میرا سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں)۔

غفران مآب علیہ الرحمہ کا مکتوب (خط)

یہ اس خط کی نقل ہے جو انہوں نے جناب آقا سید مہدی طباطبائی (طَابَ ثَرَاہُ) (اللہ ان کی مٹی کو پاک کرے) کی خدمت میں لکھا ہے:

میں بندہ حقیر آپ جناب کو اُن چیزوں کی اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ جن کی بعض ناپختہ اور برے علماء خُدّام کی طرف نسبت دیتے اور اُن کا یہ کام اُن کی شہرت کا سبب بن گیا ہے اور ہمارے رنجیدہ ہونے کا باعث بن گیا ہے، آپ جناب خُدّام کے خلوص سے مطّلِع ہیں، آپ کو اس قسم کی داستان سننے کے بعد اُن عظیم افراد کے حالات سے زیادہ پریشانی ہوجائے گی۔ مجھ بندہ حقیر نے، ہمیشہ رہنے والے خلوص کی خبر دینا ضروری سمجھا ہے اور اس دوردراز مسافت میں ان کے اخلاص کا تدارک جو ہونا تھا وہ ہوا، نیازمندوں کی طرف سے۔ شر اور نقصان سے بچنے کے لئے دعا کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ لیکن حقیقت اور اسرار سے واقف علماء کرام حقیقی محبت اور اخلاص کے مالک ہوتے ہوئے ہاتھوں کے ذریعے، زبان

داده اند وهمج رعاع باعث گرم بازاری شان گردیده اند بالإجمال بر مرآت طبع داعی مرتسم گشته، و باعث توزّع بال و مورث رنج و ملال گردیده، چون طبیعت اخلاص طویت همواره جویای حال خیر مآل ملازمان می باشد، بالخصوص بعد استماع این چنین حکایات زیاده تر نگران اخبار آن عالی تبار می باشد تحریک سلسله اخلاص به تحریر نیازنامه لازم دانستم، وازین مسافت بعید تدارکی که درین خصوص شایان اخلاص کیشان نبوده شد بغیر از دعای خیر صون از شرّ و ضرّ اهل زیغ از دست و زبان نیازمندان به ظهور نمی تواند رسید، والاّ چنانچه مقتضای اخلاص مندی دیرینه، ولازمه مودّت راسخه سینه صداقت گنجینه بوده، یداً و لساناً، تحریراً و تقریراً، در ذَبّ و دفع زیوف و اباطیل از حمای شریعت و علمای کرام که واقفان اسرار علی الحقیقتند می کوشند۔ والسلام علیکم و قلبی لدیکم۔

۲۔ چندنامه از ممتازالعلماءؒ وسلطان العلماءؒ

آنچه در پی می آید، چند نامه از علمای امامیه هند است۔

سه نامه نخست از ممتازالعلماء سیّد محمد تقی نقوی (م۱۲۸۹) فرزند سیدالعلماء سیّد حسین (م۱۲۷۳) فرزند سید دلدار علی (م۱۲۳۵) و نامه اخیر از سلطان العلماء سید محمد (م۱۲۸۴) عمو و استاد ممتازالعلماء است۔

دومین و سومین نامه خطاب به میر حامد حسین صاحب عَبقات الأنوار (م۱۳۰۶) است۔ نامه نخست در پی درخواست مفتی محمّد عباس جزائری (م۱۳۰۶) ازممتازالعلماء برای استجازه از استادش

کے ذریعے، تحریر کے ذریعے اور تقریر کے ذریعے حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَقَلْبِي لَدَيْكُمْ (اور سلام ہو آپ پر اور میرا دل آپ کے پاس ہے)۔

۲۔ ممتاز العلماء (سید محمد تقی) وسلطان العلماء (سید محمد) کے چند خطوط

ہندوستان کے علماء امامیہ کے چند خطوط ہیں جو پے در پے آئیں گے۔ شروع کے تین خط ممتاز العلماء سید محمد تقی نقوی (متوفی ۱۲۸۹ھ) فرزند سید العلماء سید حسین (متوفی ۱۲۷۳ھ) فرزند سید دلدار علی غفران مآبؒ (متوفی ۱۲۳۵ھ) کے ہیں اور آخری خط ممتاز العلماء کے استاد اور چچا سلطان العلماء سید محمد (متوفی ۱۲۸۴ھ) کا ہے۔ دوسرے اور تیسرے خط میں صاحب عبقات الانوار میر حامد حسین (متوفی ۱۳۰۶ھ) مخاطب ہیں۔ پہلے خط میں مفتی محمد عباس جزائری (متوفی ۱۳۰۶ھ) نے ممتاز العلماء سے گزارش کی ہے کہ وہ ان کے استاد سید العلماء سے اجازہ دستیاب کرا دیں۔

اس خط سے کچھ اس طرح نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مفتی محمد عباس نے ممتاز العلماء سے بھی اجازہ کی درخواست کی تھی جس کو صغیر سے کبیر کا اجازہ طلبی کہنا چاہئے اس لئے کہ ممتاز العلماء کی ولادت ۱۲۳۴ھ اور مفتی محمد عباس کی پیدائش ۱۲۲۴ھ میں ہوئی ہے۔ اور ان کو ممتاز العلماء کے استادوں میں بھی شمار کیا گیا ہے۔

سید العلماء نے کتاب روح القرآن[9] (روائح القرآن) کا مطالعہ کرنے کے بعد (وفات سے تقریباً ایک سال پہلے) ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ میں مفتی کے لئے ایک اجازہ لکھا ہے۔ اور مؤلف

(۹) سلطان العلماء نے اس کتاب کے نام کو ''رَوَائِحُ الْقُرآنِ فِي فَضَائِلِ أُمَنَاءِ الرَّحْمٰنِ (قرآن کی بارشیں، اللہ کے امانتداروں کے فضائل میں) سے

(بقیہ حاشیہ۔۔۔صفحہ ۱۳/ پر)

سیدالعلماءاست۔

از این نامه این چنین استنباط می شود که مفتی محمد عباس درخواست اجازه از ممتاز العلماء نیز داشته که باید آن را از قبیل استجازه اکابر از اصاغر دانست؛ زیرا ممتاز العلماء متولّد ۱۲۳۴ و مفتی محمد عباس متولّد ۱۲۲۴ است و او را از اساتذه ممتاز العلماء نیز برشمرده اند۔

سیّد العلماء اجازه ای پس از مطالعه کتاب روح القرآن (روائح القرآن)[1] برای مفتی در ربیع الآخر

(۱) سلطان العلماء نام این کتاب را به روائح القرآن فی فضائل اُمناء الرحمن تغییر داده است۔ در تکمله نجوم السّماء، ج۲ ص ۲۷۱ آمده: روزی جناب مولانا مفتی سیّد محمد عباس صاحب -طاب ثراه- تفسیر مصنّفه خود پیشکش آن جناب نمودند۔ آن جناب پرسیدند: چیست ایشان؟ عرض کردند: روح القرآن۔ آن جناب قول ملّائی روم نقل فرمودند "من ز قرآن مغز را برداشتم" جناب مفتی صاحب نامش حسب ارشاد آن جناب به روائح القرآن مبدّل ساختند۔

میرزا محمد مهدی لکهنوی کشمیری در تکمله نجوم السماء، ج۲ ص ۶۹۔۷۰ درباره این کتاب نوشته است:

کتابیست عظیم الشان جلیل المکان جلیّ البرهان در فضائل عترت طاهره حضرت نبیّ إنس وجان و علی الخصوص در فضائل مولانا امیرالمومنین، قائد الغرّ المحجّلین، امام البررة وقاتل الکفرة، مولی المشارق والمغارب جناب علی بن ابی طالب -علیه الصلاة والسلام- که یکصد و سی و یک آیات در آن به روایات أهل سنّت و تفاسیر ایشان مندرج است که علماء کبار و فضلاء امصار این فرقه از مطالعه آن محجوج و ساکت مانده هیچکس را جرأت بر تحریر جواب حاصل نشده۔ (بقیه حاشیه۔۔۔صفحه ۱۴ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ۔۔۔۱۲

تبدیل کر دیا ہے۔ تَکْمِلَۃُ نُجُوْمُ السَّمَاءِ (آسمان کے ستاروں کی تکمیل)، ج ۲، ص ۲۷۱ پر ہے کہ ایک دن جناب مولانا مفتی سید محمد عباس صاحب طَابَ ثَرَاہُ (اللہ ان کی مٹی کو پاک کرے) نے اپنی تصنیف کردہ تفسیر کو آنجناب کی خدمت میں پیش کیا تو آنجناب نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ فرمایا: رُوْحُ الْقُرْآنِ۔ آنجناب نے مولانا رومی کا قول نقل کیا: "میں نے قرآن سے مغز کو لے لیا۔" جناب مفتی صاحب نے آنجناب کے ارشاد کے مطابق اس کا نام رَوَائِحُ الْقُرْآنِ سے بدل دیا۔

مرزا محمد مہدی لکھنوی کشمیری نے تَکْمِلَۃُ نُجُوْمُ السَّمَاءِ (آسمان کے ستاروں کی تکمیل) ج ۲، ص ۷۰-۶۹ پر اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ:

یہ عظیم الشان، بلند مرتبہ، روشن دلیل، کتاب پیامبرِ انس وجن کی عترت طاہرہ کے فضائل خصوصاً مَوْلَا اَمِیْرُ الْمُومِنِیْنَ قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجِّلِیْنَ اِمَامِ الْبَرَرَۃِ وَقَاتِلِ الْکَفَرَۃِ مَولَائَ مَشَارِقِ وَمَغَارِبِ جناب عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ (مومنین کے امیر، نورانی چہرہ والوں کے قائد، نیک لوگوں کے امام، کافروں کے قاتل، مشرقوں اور مغربوں کے مولیٰ) کے فضائل میں ہے۔ اس میں ایک سو اکتیس آیات، روایات اہل سنت اور ان کے تفاسیر کے ساتھ مندرج ہیں۔ اس فرقہ کے علماء وفضلاء کبار اس کا مطالعہ کرنے کے بعد خاموش پڑ گئے اور کسی کو اس تحریر کا جواب لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

شیریں عبارات، رنگین مضامین، لطیف اشعار، ظریف استعارے، ادبی نکات، عربی لطائف جو اس میں مندرج ہیں وہ بڑے بڑے علماء کے لئے حیرت انگیز اور عقلوں کے لئے فرحت بخش ہیں۔

کتاب مذکور جب نجف اشرف –عَلٰی مُشَرِّفِہِ السَّلَامُ– (اُن کے مرقد پر سلام) جناب مستطاب حجۃ الاسلام شیخ مرتضیٰ شوستری انصاری کی خدمت میں پہنچی تو انھوں نے نہایت تعظیم سے ہاتھوں میں لے کر اپنے سر پر رکھا اور فرمایا: "یہ ہمارے سید محمد عباس کا ہدیہ ہے جو ہمارے لئے باعث فخر ہے۔"

اس کتاب میں صرف جمع وتالیف نہیں ہے بلکہ ایسے اہم مطالب پر مشتمل ہے جو وقّاد طبیعت، نقّاد ذہن کے خزانہ سے نکالے گئے ہیں جس کی مثال علماء قدیم وجدید کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ مفتی محمد عباس نے کتاب رُوْحُ الْقُرْآنِ کی تعریف اَوْرَاقُ الذَّھَبِ (سونے کے پتوں) میں اس طرح بیان کی ہے:

اللہ کی نعمت سے یہ کتاب عظیم الشان اور بلند مرتبہ ہے میں نے اس میں مولا امیرُ المومنین قائِدِ الغُر المُحجِلین کے فضائل میں نازل شدہ آیات کو اہل سنت کی روایات کے ساتھ جمع کیا ہے تاکہ اعتراف کرایا جائے۔ اس میں میں نے عجیب طریق ولطیف ترتیب سے ان کے مطاعن کو ذکر کیا ہے اور ایسی لطیف حکایات واشعار لطیف کو ضمیمہ کیا ہے جو صاحبان عقل کے لئے تعجب خیز ہیں اور ان کے لئے ہیجان آور ہیں۔ میں ہر روز کثرت مشغولیت کی وجہ سے جلدی میں تھوڑا تھوڑا جمع کرتا رہا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ پر)

(بقیه حاشیه صفحه ۱۳)

عبارات شیرین و مضامین رنگین واشعار لطیفه واستعارات ظریفه ونکات ادبیّه ولطایف عربیّه که در آن مرقوم است محیّر فحول ومفرّح عقول می باشد۔

کتاب مذکور بر گاه به مقام نجف اشرف -علی مشرّفه السلام- به خدمت جناب مستطاب حجة الاسلام شیخ مرتضیٰ شوشتری انصاری رسید، باکمال تعظیم به دست گرفته بر سرگذاشته و فرمودند که: ''این هدیه سیّد محمّد عباس ما می باشد، فخر ما است''۔

این کتاب محض جمع و تألیف نیست بلکه محتوی است بر مطالب مهمّه که از خزائن طبع وقّاد و ذهن نقّاد مستخرج شده و در کتب متقدّمین و متأخرین نظیر آن به نظر نمی رسد۔ مفتی محمد عباس این کتاب روح القرآن را در اوراق الذهب اینگونه توصیف کرده:

وهو بنعمة اللّٰہ کتاب جلیل الشأن، عظیم المکان، أوردت فیه الآیات الواردة فی فضائل مولانا امیر المؤمنین وقائد الغرّ المحجّلین، بروایات الخصام لیصلح للإلزام، وذکرت فیه مطاعنهم بنمط عجیب و نسق لطیف، وضممتُ إلیه کلّ حکایة طارفة وشعر طریف، مُعجب لأُولی الألباب، ومغضب لهؤلاء الأقشاب، وکنتُ أؤلّف منه قدرا صالحا کلّ یوم علی استعجال فی کثرة أشغال، حتّی أشتکی اللُّغوبَ إلیّ ناسخه، وبعد علیه فراسخه۔

سید مهدی رضوی عظیم آبادی در تذکرة العلماء، ص۴۲۶ درباره روح القرآن نوشته است:

مشتمل بر آیات قرآنی که بر وفق روایات اهل سنّت در شان حضرت امیر المؤمنین وباقی ائمّه معصومین -صلوات اللّٰہ علیهم أجمعین- نازل شده، ولطائف واشعار و مضامین افکار ابکار و تعریضات بر مخالفین در آن بسیار است۔

این کتاب سه بار در حیات مفتی محمد عباس در هند به نام روائح القرآن به چاپ رسیده است۔ (۱) لکهنؤ ۱۲۷۷؛ (۲) الجعفریه، لکهنؤ ۱۲۷۸؛ (۳) لکهنؤ ۱۳۰۶۔ (حرکة التالیف، ص۳۹۰) و نسخه ای از آن در کتابخانه زنگی پور به شماره (۷۳) و راجه محمودآباد لکهنؤ (۲۲) سیرت و مناقب، و دانشگاه علیگره شماره (۵/۱۱، ۲۹۷) (فهرست المخطوطات العربیة بجامعة علیگره الإسلامیة، ص۳۳۳) و تصویری از همین نسخه در مرکز میکروفیلم نور -دهلی نو به شمار ۱۲۷۲ موجود است۔

کی بہت تعریف کی ہے جو روائح القرآن کے ساتھ چھپا ہے۔ راقم سطور نے بھی اس کی تصحیح کی ہے، جو انشاء اللہ چھپے گا۔

اس نکتہ کا جاننا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ سید العلماء نے تین لوگوں کو اجازہ دیا ہے۔ دوسرے دو افراد میں سے ایک ان کے بیٹے ممتاز العلماء اور دوسرے ان کے بھتیجے عمدۃ العلماء سید محمد ہادی ہیں۔

ان چاروں خطوط کی تصحیح لکھنؤ میں کتابخانۂ سید دلدار علی غفران مآبؒ کے نفیس مجموعہ کی بنا پر انجام پائی ہے کہ جس کی فلم مجمع ذخائر اسلامی او رادارۂ کتاب شناسی شیعہ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

ممتاز العلماء کا خط مفتی محمد عباس جزائری کے نام

فاضل سعادتمند۔ سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ وَزَادَكُمْ عِلْماً وَكَمَالًا۔ (خدا تمہیں سلامت رکھے اور تمہارا علم و کمال زیادہ کرے۔)

سلام سنت اسلامی کے بعد روشن ہو کہ امراض واسقام کے باوجود میں نے روح القرآن کو ملاحظہ کیا اور جو مقامات نحیف

بقیہ حاشیہ صفحہ۔۔۔ ۱۳

سید مہدی رضوی عظیم آبادی نے تَذْكِرَةُ الْعُلَمَاء (علماء کا ذکر)، ص۴۲۶، میں رَوْحُ الْقُرْآنِ کے بارے میں لکھا ہے: وہ قرآن کی ان آیات پر مشتمل ہے جو اہل سنت کے روایات کے مطابق حضرت امیرُ المومنین اور باقی ائمہ معصومین صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ -(اُن سبھوں پر خدا کا درود ہو) کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اس میں لطائف، اشعار، نئے مضامین اور مخالفین پر اعتراضات کثرت سے ہیں۔

یہ کتاب جناب مفتی محمد عباس صاحب کی زندگی میں ہندوستان میں تین بار رَوَائِحُ الْقُرْآنِ کے نام سے چھپی ہے (۱) لکھنؤ ۱۲۷۷ھ (۲) الجعفریہ لکھنؤ ۱۲۷۸ھ (۳) لکھنؤ ۱۳۰۶ھ (حَرْكَةُ التَّالِيفِ، ص۳۹۰) اس کا ایک نسخہ کتابخانہ زنگی پور نمبر (۷۳) راجہ محمودآباد لکھنؤ (۲۲) سیرت ومناقب، کے سلسلے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نمبر (۵/۱۱، ۲۹۷) (فہرست مخطوطات عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ص۳۳۳) اور اسی نسخہ کی ایک تصویر (فلم) مرکز میکروفیلم نور (نور مائکروفلم سنٹر)، نئی دہلی نمبر ۱۲۷۲ میں موجود ہے۔

۱۲۷۲ (تقریباً یک سال قبل از وفات) نگاشته است ومؤلف ومؤلف را بسیار ستوده است، وبه ہمراه روائح القرآن به چاپ رسیده وراقم سطور نیز آن را تصحیح کرده که إن شاء اللّٰه به چاپ خواهد رسید۔

دانستن این نکته نیز خالی از لطف نیست که سیّدالعلماء به سه تن اجازه داده است که دو نفر دیگر یکی فرزندش ممتازالعلماء ودیگری فرزند برادرش عمدة العلماء سیّد محمّد هادی است۔

تصحیح این مکاتیب اربعه بر اساس مجموعه نفیس کتابخانه سیّد دلدار علی غفران مآب علیہ الرحمہ در لکهنؤ که تصویری از آن درکتابخانه مجمع ذخائر اسلامی ومؤسسه کتابشناسی شیعه نگه داری می شود انجام گرفته است۔

وللّٰه الحمد أوّلاً وأخیراً کما ینبغی لکرم وجهه وعزّ جلاله۔

مرداد ۱۳۸۹/شعبان المعظّم ۱۴۳۱

[نامه ممتاز العلماء علیہ الرحمہ به مفتی محمد عباس جزائری علیہ الرحمہ]

فاضل سعید -سلّمکم اللّٰه تعالی وزادکم علماً وکمالاً۔

بعد سلام سنّتِ اسلام واضح ولایح بادبا وجود طوق اسقام وعروض آلام ملاحظه روح القرآن کردم ودر مقاماتی که به نظر نحیف قابل اصلاح بودند اصلاح نمودیم وخدمت جناب والد علّام -مدّ ظلّه العالی- پیش کش نموده سعی بلیغ برای استجازه نمودم، امیدوارم که -ان شاء اللّٰه- انجاح مأمول شود، لیکن نحیف تاکنون برای احدی اجازه ننوشتم نه آینده خیا(ل) دارم، معذور دارید۔

کی نظر میں قابل اصلاح تھے، ان کی اصلاح کردی اور جناب والد علّام مُدَّظِلُّهُ الْعَالِی (اُن کا سایہ اونچا ہو) کی خدمت میں پیش کرکے حصول اجازہ کی بہت کوشش کی۔ امید ہے کہ انشاء اللّٰہ تمنا پوری ہوجائے گی۔ لیکن نحیف نے اب تک نہ کسی کے لئے اجازہ لکھا ہے اور نہ آئندہ لکھنے کا خیال ہے۔ معذرت چاہتا ہوں۔

لیکن وصیت کرتا ہوں کہ آپ شعر وشاعری اور انشا پردازی میں اتنی مشغولیت کہ ذکر الٰہی میں مانع ہوجائے، ترک کردیجئے۔ اس لئے کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس کو ترجیح نہیں دی گئی ہے۔ سید محمد تقی بقلمہ

ممتازالعلماء سید محمد تقی کا خط، میر حامد حسین کے نام

مولوی حامد حسین صاحب (سَلَّمَهُ اللّٰهُ)

(اللہ ان کو سلامت رکھے) کے آثار کی فضیلت

اسلام کی سنت یعنی سلام کے بعد واضح رہے کہ اکثر مشغولیت وضعف وکمزوری کی وجہ سے تدریس کے علاوہ فرصت نہیں ہے۔ خصوصاً معقولات کی کتابوں کے لئے، مناسب ہے کہ فقہی یا اصولی کتابوں میں مشغول رہئے۔ اور عزیز وقیمتی اوقات کو فلسفی علوم میں ضائع وبرباد نہ کیجئے۔ البتہ آپ کے اصرار کی وجہ سے نماز صبح کے بعد چند منٹ کتاب مجسطی یا افق المبین کے لئے خود کو خالی کرسکتا ہوں۔ دونوں کے لئے وقت کی تنگی کی وجہ سے فرصت نہیں ہے۔ ان دونوں میں

اما وصیت می کنم به شما که اشتغال در شعر، انشا، این قدر مانع ذکر الهی شود ترک کنید؛ زیرا که مرجوحیت آن مخفی نیست، و اشغال در فقه و حدیث و تفسیر موجب اجر و ثواب جمیل و عبادت ربّ جلیل است فقط۔ سید محمد تقی بقلمه

[نامہ ممتازالعلماء سید محمد تقی علیہ الرحمہ به میر حامد حسین علیہ الرحمہ]

فضیلت آثار مولوی حامد حسین صاحب (سلّمہ اللّٰہ)۔

بعد سلام سنّت اسلام واضح شود به سبب کثرت اشغال وضعف و اضمحلال غیر از وقت تدریس فرصت نیست، خصوص برای کتب معقول، مناسب بود که در کتب فقهیه یا اصولیه اشتغال پیدا کنید و اوقات عزیز را در علوم فلسفه ضائع و برباد نکنید۔ امّا حسب اصرار شما بعد فراغ نماز صبح می توانم چند دقیقه خود را فارغ نمایم برای مجسطی یا اُفق المبین و جمع هر دو برای من از ضیق وقت میسور نیست، یکی ازین هر دو، وآنچه مرغوب باشد۔ إن شاء اللّٰہ از فردا بیاورید۔ والسلام۔

سید محمد تقی عفی عنه

[نامه دیگری از ممتازالعلماء به میر حامد حسین]

فضائل مآب مولوی سید حامد حسین صاحب (سلّمہ اللّٰہ)۔

بعد سلام مسنون واضح ولایح (باد) که مولوی سید محمد حسین صاحب فاضل شاگرد رشید و معتمد احقر هستند بدون مراجعه به نحیف ----- نمی نویسند۔ و نحیف بعد غور و تعمّق و ملاحظه دستخط و سے کوئی ایک جو پسند ہو انشاء اللّٰہ کل سے لے آئیے۔

والسلام

سید محمد تقی عُفِیَ عَنْہُ (اُس کو معاف کیا جائے)

ممتاز العلماء کا ایک دوسرا خط، میر حامد حسین کے نام

فضائل کے مالک مولوی سید حامد حسین صاحب (سَلَّمَہُ اللّٰہُ) (اللہ ان کو سلامت رکھے)

بعد از سلام مسنون واضح رہے کہ مولوی سید محمد حسین صاحب حقیر کے شاگرد فاضل، رشید و معتمد ہیں اور نحیف کے یہاں مراجعہ کئے بغیر نہیں --- لکھتے ہیں اور غور و خوض و تعمّق و ملاحظہ کرنے کے بعد دستخط اور مہر کرتا ہے۔ پس -------پر عمل کرنے کے لئے ان شاء اللّٰہ بے عیب ہے۔

لیکن امردوم کہ فی الحال عدم قدرت و توانائی کی وجہ سے معذور ہوں کم مقدار جو آپ تک پہنچ رہی ہے قبول کیجئے اس کے بعد در صورت امکان ------- اضافہ ہوجائے گا۔ والسلام خیر ختام (خیر پر ختم ہونے والی سلامتی ہو)

سید محمد تقی عفی عنہ (اُن کو معاف کیا جائے) ۱۲۸۰ھ

سلطان العلماء کا خط، ممتاز العلماء کے نام

میرے نورچشم ممتاز العلماء (سَلَّمَہُ اللّٰہُ) (اللہ ان کو سلامت رکھے)

بعد از دعاء وافی واضح رہے کہ فاضل و مولوی[10] سید احمد علی (سَلَّمَہُ اللّٰہُ) (اللہ ان

(۱۰) یعنی سید احمد علی محمد آبادی متوفی ۱۲۹۵ھ سید دلدار علی غفران مآبؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔

مهر می کند (ظ) پس عمل برای ---إن شاء اللّٰہ بی عیب است۔

امّا امر ثانی پس فعلاً از عدم مکنت وقدرت معذور هستم --- وجه قلیلی که به شما می رسد قبول کنید إن شاء اللّٰہ بعد از این حین الإمکان اضافه --- خواهد شد۔ والسلام خیر ختام۔

سید محمد تقی عفی عنه۔ سنه ۱۲۸۰ ق

[نامه سلطان العلما علیه الرحمه به ممتاز العلما علیه الرحمه]

نور چشم من ممتاز العلماء (سلّمه اللّٰہ)۔

بعد ادعیه وافیه واضح باد از تحریر فاضل لوذعی مولوی سید احمد علی [۲] (سلّمه) معلوم شد که سید العلماء رحمه اللّٰہ صحیفه کامله را در حضور مفتی سید محمد عباس [۳] (سلّمه) و به موجودگی مولوی صاحب ادعای هبه از جانب والد علام [۴] نوّر ضریحه کرده شما را هبه نموده در آن حالی که از آماده کردن مفتی صاحب صحیفه را، از شما خواستم تا داخل کتب وقفیه نمایم۔

والعجب ثم العجب انسان بر کدام کس اعتماد نماید۔

مختصر، مولوی صاحب ثقه معتمدند، بنا بر شهادت ایشان صحیفه را پس دادم۔

این نعمت جلیل به شما مبارک شود۔ والدعا۔[۵]

(۲) یعنی سید احمد علی محمد آبادی م ۱۲۹۵ از تلامذه سید دلدار علی۔ (۳) یعنی مفتی محمد عباس جزائری م ۱۳۰۶۔ (۴) یعنی سید دلدار علی م ۱۲۳۵۔

(۵) قاعدتاً این صحیفه همان (بقیه حاشیه--- صفحه ۱۸ پر)

کو سلامت رکھے) کی تحریر سے معلوم ہوا کہ سید العلماء رَحِمَهُ اللّٰہُ (اللہ ان پر رحمت کرے) نے مولوی صاحب کی موجودگی اور مفتی سید محمد عباس [۱۱] (سَلَّمَهُ اللّٰہُ) (اللہ ان کو سلامت رکھے) کے حضور میں، والد عَلّام [۱۲] (نَوَّرَ ضَرِیْحَهٗ/اللہ ان کے ضریح کو منوّر کرے) کی جانب سے صحیفہ کاملہ کے ہبہ ہونے کا دعویٰ کرکے تم کو ہبہ کیا تھا۔ درانحالیکہ مفتی صاحب کا صحیفہ کاملہ کو تیار کرنے کا کام میں نے تم سے چاہا تھا تاکہ کتب موقوفہ میں داخل کروں۔ تعجب پر تعجب ہے انسان کس پر اعتماد کرے۔

مختصر یہ کہ مولوی صاحب ثقہ اور معتمد ہیں۔ ان کی گواہی کی بناء پر میں نے صحیفہ کو واپس دے دیا۔ یہ بزرگ نعمت تمہیں مبارک ہو۔ والدعاء۔[۱۳]

(۱۱) یعنی مفتی محمد عباس جزائری، متوفی ۱۳۰۶ھ (۱۲) یعنی سید دلدار علی، متوفی ۱۲۳۵ھ (۱۳) قاعدے سے یہ نسخہ وہی نسخہ ہے جو شہید اوّل کی تحریر اور ممتاز العلماء کے کتابخانہ کا حصّہ تھا۔ اور کچھ مدت پہلے ڈاکٹر مہدی خواجہ پیری کے ذریعہ فلم کی شکل میں منتشر ہوا ہے۔

آئینہ حق نما، کے مؤلف نے کتاب کے آخر میں سید دلدار علی کے ذریعہ اس نسخہ کی خریداری کا واقعہ ذکر کرکے اس کو ان کے کرامات اور ائمہ معصومینؑ کے معجزات کا خصّہ سمجھا ہے۔ آئینہ حق نما، کی عبارت یہ ہے: (ترجمہ)

ایک کتاب فروش صحیفہ کاملہ کا ایک نسخہ لے کر فروخت کرنے کے لئے اکثر لوگوں کے پاس لایا۔ لیکن چونکہ خوشخط نہیں تھا اور آثار کہنگی ظاہر تھے، تو کسی نے توجہ نہ کی۔ جناب شیخ کے پاس بھی لے گئے لیکن چونکہ باریک بینی تھوڑا مشکل کام ہوتا ہے، لوگ ظاہر بین ہوتے ہیں۔ اس کا ظاہری خط، خطّ حدّاد وتبریز کے مانند نہ تھا، شیخ نے اس کو خریدنے سے ارادہ نہیں کیا۔ خداوند سبحان نے (اللّٰہُ اَعْلَمُ حیثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ/اللہ جانتا ہے اپنی رسالت کو کہاں پر قرار دے) کے مطابق، شیخ کے دل کو ایسا منصرف کر دیا کہ اس کی خوبی پر مطلع نہ ہو سکے۔ آخرکار اس صحیفہ کو جناب سید۔ دَامَ ظِلُّهٗ– (اُن کا سایہ ہمیشہ رہے) کی خدمت میں لے کر آئے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸ پر)

(بقیہحاشیہصفحہ۱۷)

صحیفه‌ای است که به خطّ شهید اوّل و جزو کتابخانه ممتاز العلماء بوده و به تازگی به صورت نسخه برگردان فاکسیمیله توسط دکتر مهدی خواجه پیری منتشر شده است۔

مؤلف آئینۂ حق نما در پایان کتاب قصه خرید این نسخه را توسط سید دلدار علی ذکر نموده و آن را جزو کرامات وی و معجزات ائمه معصومین دانسته، و اینک نصّ عبارت آئینه حق نما:

شخص کتاب فروش یک نسخه صحیفه کامله را نزد اکثر مردمان برای فروش آورد، لکن چون خوش خط نبوده و آثار کهنگی از آن ظاهر کسی ملتفت آن نشد، تا اینکه نزد جناب شیخ هم بردند۔ از آنجا که باریک بینی امری مشکل است و مردم ظاهر بین اند، چون ظاهر خطّ آن مثل خطّ حدّاد و تبریز نبود، شیخ اراده اشترای آن نفرمود و حق سبحانه عزّ شأنه به مقتضای (اللّٰهُ أعلمُ حیثُ یَجْعَلَ رِسالَتَه) چنان صرف قلب شیخ از آن فرمود که بر خوبی آن مطّلع نگشت۔ آخر الأمر آن صحیفه را نزد جناب سید-دام ظلّه-آورند۔ چون به نظر حقیقت بین در آن ملاحظه فرمود دید که این صحیفه از نعمای الهی است که آن جناب را به آن سرافراز فرموده: چه آن نسخه به خطِّ جناب شهید اوّل شیخ شمس الدین محمّد مکی قُدِّسَ سِرُّهُ بوده، و شواهد و ادلّه بسیار بر آن یافته شد؛ چنانچه هر گاه مقابله آن با نسخه صحیفه دیگر -که از چند سال در کتابخانه آن جناب بوده، و آن نقل صحیفه شهید است-چون با آن مقابله کرده شد لفظاً بلفظ مطابق گردید ---- که مجال ریب و شک در آن نماند۔

۞۞۞

بقیہ حاشیہ صفحہ۔۔۔۱۷

جب انہوں نے حقیقت بین نگاہ سے اسے دیکھا تو، معلوم ہوا کہ یہ صحیفہ خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جس سے اللہ نے آنجناب کو سرفراز کر دیا۔ اگر چہ وہ نسخہ جناب شہید اوّل شیخ شمس الدین محمد مکی کی تحریر میں تھا۔ اس سلسلہ میں شواہد و ادلّہ کثرت سے دریافت ہوئے ہیں۔ جب اس نسخہ کو دوسرے نسخہ کے ساتھ جو چند سال سے آنجناب کے کتابخانہ میں تھا اور وہ صحیفہ شہید کی نقل ہے، ملایا گیا تو، لفظ بلفظ مطابق ٹھہرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لہٰذا شک وشبہ کی گنجائش اس میں باقی نہ رہی۔

حواشی

[۱] خدا اُن کو اعلیٰ علّیین میں جگہ دے۔
[۲] (خدا) ان کی مٹی پاک کرے اور جنت کو اُن کے لئے رہنے کی جگہ قرار دے۔
[۳] میں اپنے حزن وملال کی، خدا کے یہاں فریاد کرتا ہوں۔
[۴] آپ کی بہترین عبارات پایہ اختتام تک پہنچیں۔
[۵] خدا اُن کو سلامت رکھے۔
[۶] ہمارے آقا، ہمارے قائد، علماء اور پرہیزگاروں کے محافظ، فقہاء اور مجتہدین کے سردار، معقول اور منقول علوم کے عالم، فروع اور اصول کی حقیقتوں سے واقف، نورانی جوان اور باغیرت مجتہد، متّقی، عالم باعمل، شریف، عظیم ہستی، برجستہ فقیہ، میرے آقا اور استاد اور دینی علوم میں میری سند، خدا اُن کے درجات کو اعلیٰ علّیین میں اونچا کرے اور ان کو اپنے پاک و طاہر آباء واجداد کے جوار میں جگہ دے۔
[۷] افسوس ہے!
[۸] کیوں نہ ہو، اور بتحقیق ہمارے استاد نے ہمارے آقا اور ہمارے امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب کوئی فقیہ مومن مرتا ہے تو ملائکہ اور زمین کی وہ جگہیں جن پر وہ عبادت کرتا تھا اور آسمان کے وہ دروازے جن سے وہ اپنے اعمال سمیت اوپر جاتے تھے، روتے ہیں اور اسلام میں ایسا سوراخ پیدا ہوتا ہے جس کو کوئی چیز بند نہیں کر سکتی ہے، کیونکہ مومن فقہاء اسلام کے قلعے ہوتے ہیں جس طرح شہر کے قلعے ہوتے ہیں۔
[۹] پس میں خدا کے یہاں ایسے زمانہ کی شکایت (فریاد) کرتا ہوں جو برائی کرنے پر اصرار کرتا ہے اور اگر نیکی بھی کرے تو، اُس کے کم ہونے پر نادم ہونا پڑتا ہے۔
[۱۰] میں اپنے حزن وملال کی خدا کے یہاں شکایت (فریاد) کرتا ہوں۔
[۱۱] اُن پر لاکھوں درود وسلام ہوں۔
[۱۲] اللہ ہمیں اور تمہیں زیادہ اجر دے اور ہمیں اور تمہیں صابرین (صبر کرنے والوں) میں سے قرار دے (جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں ہم خدا کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف واپس جانا ہے۔)
[۱۳] محمدؐ اور عظمت وبزرگی کے مالک اُن کے اہل وعیال کے واسطے سے۔
[۱۴] عبا (کساء) کے نیچے جمع ہونے والوں میں سے پانچویں فرد یعنی امام حسینؑ پر لاکھوں درود وسلام ہوں۔

۞۞۞